© rasailojaraid.com

ہندوستان میں قدیم تعلیمی نظام کی بربادی

از

(جناب سید محبوب صاحب رضوی)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان بابتہ مئی ۱۹۵۲ء)

گزشتہ مضمون میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مسلمان جن جن ممالک میں پہنچے وہاں ان کے ذوقِ علم نے چپہ چپہ پر مدرسوں، درسگاہوں اور کتب خانوں کا ایک لامتناہی جال بچھا دیا تھا، اور اسلامی آبادی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو علمی سرگرمیوں سے خالی رہا ہو، یہی کیفیت ہندوستان کی بھی تھی، سلطنت کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس کی ممتاز ترین خصوصیت علم و فضل کی خدمت نہ رہی ہو، مسلمانوں کا ایک ایک امیر اپنی علمی فیاضی سے ملک کے گوشہ گوشہ میں فضل و کمال کی روح پھونکتا رہتا تھا، سلاطین اور امرار علمی فیاضی اور علماء و طلبار نوازی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا اپنے لئے فخر و مباہات کا باعث اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے، نواب نجیب الدولہ کی نسبت حضرت شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ ان کی سرکار سے نو سو علمار کو وظائف ملتے تھے، شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں :-

"نزد نواب نجیب الدولہ نہصد عالم بود، ادنیٰ پنج روپیہ و اعلیٰ یا نصد روپیہ می یافت"[۱]

روہیل کھنڈ جیسے غیر معروف خطہ میں پانچ ہزار علمار مختلف مدارس میں درس دیتے تھے، اور حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی ریاست سے تنخواہ پاتے تھے[۲]

غرض کہ ملک میں جہاں جہاں علمار اور معلمین رہتے تھے اُن کی گزر بسر کے لئے سلاطین و امرار کی جانب

---

[۱] ملفوظات حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ص۸۱ خود راقم الحروف کے خاندان میں بھی نواب نجیب الدولہ کا ایک فرمان موجود ہے جس میں خاندان کے ایک عالم کو وظیفہ دئے جانے اور سرکاری محاصل کی معافی کا حکم تحریر ہے۔

[۲] حیات حافظ رحمت خاں ص ۲۷۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے اوقاف یا خزانہ سے وظائف مقرر ہو جاتے تھے، اور وہ لوگ کسب معاش سے مطمئن ہو کر فراغت اور سکونِ خاطر کے ساتھ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے، طلبار کے لئے اوقافِ عام تھے جوان کے خورد و نوش اور تعلیمی مصارف کے کفیل ہوتے تھے اس طرح سے ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک تعلیم عام اور مفت ہوتی تھی انہی علمار میں ہر زمانہ اور ہر دور میں ایسے علمار کی بھی ایک بڑی تعداد موجود رہی ہے جن کو کسی مالی اعانت کی چنداں ضرورت نہ ہوتی تھی، وہ یا تو ذاتی طور پر فارغ البال ہوتے تھے اور یا اُن میں استغنار اس درجہ کا ہوتا تھا کہ جو کچھ میسر آگیا اس سے اپنا کام نکال لیا، ایسے لوگ حسبۃً للہ تعلیم و تدریس اور علم کی فیض رسانی میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے،

ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری تک دہلی، آگرہ، لاہور، ملتان، جونپور، لکھنؤ، خیرآباد، پٹنہ، اجمیر سورت، دکن، مدارس، بنگال اور گجرات وغیرہ کے بہت سے مقامات علم و فن کا مرکز تھے، ہندوستان کے صرف ایک صوبہ بنگال کے متعلق انگریز مصنف کیبر ہارڈی نے میکس مولر کے حوالہ سے یہ کیفیت بیان کی ہے کہ:-

"انگریزی عملداری سے قبل بنگال میں اسّی ہزار مدرسے تھے، اس طرح پر ہر چار سو آدمیوں پر ایک مدرسہ کا اوسط نکلتا ہے"[1]

اسی صوبہ بنگال میں سلاطین و امرار نے مدارس کے لئے جو جائدادیں وقف کی تھیں اُن اوقاف کا مجموعی رقبہ بقول مسٹر جیمس گرانٹ بنگال کے چوتھائی رقبہ سے کم نہ تھا، اوقاف کے علاوہ سلاطین و امرار نقد وظائف کے ذریعہ سے بھی اہل علم کی اعانت کرتے تھے،

مدارس اور درسگاہوں کا یہ عظیم الشان جال کیوں کر ٹوٹا؟ اور یہ مکاتب و مدارس کس طرح تباہ و برباد ہوئے؟ اس سوال کے جواب کے لئے بارہویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) کے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا جاننا ضروری ہے۔

سیاسی نظام کی تبدیلی اور اوقاف کی ضبطی | ایسٹ انڈیا کمپنی جو ابتدائً صرف تجارتی اغراض و مقاصد لے کر ہندوستان

---

[1] تاریخ از میجر باسو جلد پنجم ص ۱۴ بحوالہ روشن مستقبل صہ ۱۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں داخل ہوئی تھی اس کو ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی مشہور جنگ نے ایک نئی اور زبردست طاقت میں تبدیل کردیا، یہ نئی طاقت جس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئی اس وقت بدقسمتی سے ہندوستان کی مرکزی طاقت پارہ پارہ ہو چکی تھی اور ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، صوبہ دار اور امراء آزاد اور خود مختار ہو چکے تھے، ہندوستان کی اس سیاسی کمزوری سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور وہ آہستہ آہستہ اپنی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کے ذریعہ سے ملک پر قابض ہوتی چلی گئی، تاآنکہ انیسویں صدی کے اوائل تک اس نے پنجاب کے علاوہ پورے ہندوستان پر اپنا تسلط قایم کرلیا، پرانا قانون، اور قدیم نظام تعلیم وتہذیب منسوخ کردیا گیا، اب قانون کی تنفیذ اور ملک کا پورا نظام کمپنی کے ہاتھوں میں تھا اس تغیر وتبدل کا ملک کے حالات پر جو اثر پڑا اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے میں یہاں صرف تعلیمی تبدیلی کا مختصراً ذکر کروں گا، قدیم مدارس جن کے مصارف کے لئے سلاطین وامراء نے چھ سو سال کی طویل مدت میں بڑے بڑے اوقاف مقرر کئے تھے ۱۸۳۸ء میں کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقاف کو ضبط کرلیا، وظائف حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی موقوف ہو چکے تھے، اس وقت تعلیم کا تمام تر دار ومدار انھی اوقاف پر تھا جو اسی مقصد کے لئے مخصوص کئے گئے تھے، ڈبلیو، ڈبلیو، ہنٹر نے جو بنگال میں ایک بڑے سول عہدہ پر فائز تھا ۱۸۷۱ء میں "ہمارے ہندوستانی مسلمان" نامی کتاب لکھ کر اس سلسلہ کے تاریخی حقایق کو سرکاری کاغذات سے داشگاف کیا ہے، ہنٹر کہتا ہے کہ:-

"صوبہ بنگال پر جب ہم نے قبضہ کیا تو اس وقت کے قابل ترین افسر مال جیمز گرانٹ کا بیان ہے کہ اس وقت صوبہ کی آمدنی کا تخمیناً ایک چوتھائی حصہ جو معافیات کا تھا حکومت کے ہاتھ میں نہیں تھا، ۱۷۷۲ء میں وارن ہیٹنگز نے ان علاقوں کی واپسی کی مہم شروع کی، مگر ناکام رہی، ۱۷۹۳ء میں لارڈ کارنوالس نے پھر اس معاملہ کو اٹھایا مگر اس وقت کی طاقت ور حکومت بھی اس پر قابو نہ پاسکی، بیالیس برس کے بعد ۱۸۱۹ء میں حکومت نے پھر اس معاملہ کو زور سے اٹھایا مگر عمل کی جرأت نہ ہوسکی، آخر ۱۸۲۸ء میں آٹھ لاکھ پونڈ کے خرچ سے مقدمات چلا کر ان معافیات اور اوقاف تعلیم پر حکومت نے قبضہ پالیا، صرف ان معافیات سے حکومت کی آمدنی میں تین لاکھ پونڈ یعنی تقریباً بیتالیس لاکھ روپے کا اضافہ ہوگیا"[1]

---

[1] ہمارے ہندوستانی مسلمان: ص ۱۵۱ و ۱۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کارروائی کا مسلمانوں کی علمی زندگی پر کیا اثر پڑا؟ اس کی نسبت ہنٹر لکھتا ہے کہ :-

"سینکڑوں پرانے خاندان تباہ ہو گئے، اور مسلمانوں کا تعلیمی نظام جس کا دار ومدار انہی معافیات پر تھا تہ و بالا ہو گیا، مسلمانوں کے تعلیمی ادارے ۱۸ سال کی مسلسل لوٹ کھسوٹ کے بعد یک قلم مٹ گئے"[1]

آگے چل کر لکھتا ہے کہ :-

"مسلمانوں کے اس الزام کا جواب نہیں دیا جا سکتا کہ ہم نے ان کے اوقاف کا ناجائز استعمال کیا، اس حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ کہ مسلمانوں کے نزدیک اگر ہم اس جائیداد کا جو اس مصرف کے لئے ہمارے قبضہ میں دی گئی تھی ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے تو بنگال میں آج بھی ان کے پاس اعلیٰ اور شاندار تعلیمی ادارے موجود ہوتے"[2]

اندازہ کیجئے کہ اسلامی حکومت میں جب صرف ایک ایسے دور افتادہ صوبے میں جس کو اس زمانہ کے لحاظ سے کوئی خاص تعلیمی فوقیت اور مرکزیت حاصل نہ تھی، تعلیم کے لئے بیتالیس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے اوقاف موجود تھے تو ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بالخصوص ان مقامات میں جن کو تعلیمی مرکزیت حاصل تھی کس قدر اوقاف ہوں گے؟ مسلمانوں کے نظام تعلیم کو مٹا کر جو جدید نظام قایم کیا گیا اس میں مسلمانوں کے مذہبی رجحان کی کس حد تک رعایت ملحوظ رکھی گئی تھی اس کو بھی ہنٹر ہی کی زبان سے سنئے کہتا ہے کہ :-

"ہمارے طریق تعلیم میں نوجوان مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے"[3]

اس کارروائی نے بقول ہنٹر مسلمانوں کے نظام تعلیم پر ایک کاری ضرب کا کام کیا اور فی الواقع یہ ایسی کاری ضرب تھی کہ "قدیم مدارس" کے "موسم بہار" میں "خزاں" آگئی مدارس اور خانقاہیں ویران اور بے چراغ ہو گئیں، شخصی حلقہ ہائے درس ٹوٹ پھوٹ گئے، علمی مجلسیں درہم برہم ہو گئیں، علماء اور اساتذہ جو اب تک فکرِ معاش سے مطمئن اور بے فکر ہو کر درس و تدریس میں مصروف تھے منتشر اور پراگندہ ہو گئے، مدارس اور درسگاہوں پر موت کا سناٹا چھا گیا، برک اپنی اس یادداشت میں جو برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کی گئی تھی لکھتا ہے کہ :-

---

[1] ہمارے ہندوستانی مسلمان ص۲۴۵ و ص۲۵۸ [2] ایضاً [3] ایضاً ص۲۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ان مقامات میں جہاں علم کا چرچا تھا اور جہاں دور دور سے طالب علم پڑھنے آتے تھے آج وہاں علم کا بازار کچھ ٹھنڈا پڑ گیا ہے"[1]

مگر ان حوادثات کے باوجود بھی ہندوستان میں کچھ ایسے سخت جان علماء موجود تھے جن کا علمی فیضان کسی مالی اعانت و امداد کا چنداں محتاج نہ تھا، دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خاندان اور لکھنؤ میں ملا نظام الدین کا گھرانہ اور خیرآباد کا مشہور علمی خانوادہ سینکڑوں میں چند مثالیں ہیں، ایسے حضرات ہر قسم کے حوادث و مصائب سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں مصروف تھے کہ ۱۸۵۷ء کی دار و گیر کا قیامت خیز ہنگامہ پیش آ گیا، گنے چنے علماء جو باقی رہ گئے تھے ان پر برطانوی گورنمنٹ نے بغاوت کا جرم عائد کر دیا پھانسیاں دی گئیں، کالے پانی بھیجے گئے یا جلاوطن کر دئے گئے جو بچے ان میں سے اکثر ممالک اسلامیہ کو ہجرت کر گئے، حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ جو اس وقت ولی اللّٰہی مسند علم کے جانشین تھے مکہ مکرمہ چلے گئے۔

۱۸۳۸ء میں اوقاف کی ضبطی سے قدیم مدارس کو جو عظیم نقصان پہنچا تھا، انیس سال بعد ۱۸۵۷ء کے حادثہ نے اس کی تکمیل کر دی، اب رہا سہا تعلیمی نظام بھی درہم برہم ہو گیا، اور ع

ایسا مٹا چمن کہ نشاں تک نہیں رہا!!

عیسائی مبلغین کے جارحانہ حملے قدیم مدارس کی تباہی کے ساتھ کمپنی کی حکومت نے جو تعلیمی نظام جاری کیا وہ مسلمانوں کے لئے بے حد مایوس کن تھا، ۱۸۱۳ء کے ایک قانون کے ذریعہ یورپ کے پادریوں کو ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مشن اسکول کھولنے کا موقع ہاتھ آ گیا، ان اسکولوں نے پادریوں کی ہندوستان میں آمد و رفت، قیام اور تبلیغ و اشاعت میں بڑی مدد پہنچائی، اور مسیحیت کے مبلغوں کا ایک سیلاب امنڈ آیا، انھوں نے شہروں سے لے کر دیہات تک عیسائیت کی تبلیغ کا جال پھیلا دیا، یہ لوگ صرف اپنے مذہب کے فضائل و محاسن بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق ایسا لٹریچر شائع کرتے تھے جس میں ہندوستان کے مذاہب اور بالخصوص اسلامی تہذیب

---

(۱) بحوالہ مسلمانوں کا نظام تعلیم جلد اول ص ۲۹۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا تھا، پیغمبر اسلام اور مسلمان بادشاہوں اور بزرگوں کی توہین و تذلیل کی جاتی تھی، ان کوتاہ نظروں کا مقصد غالباً یہ تھا کہ سیاسی زوال کے بعد مسلمان ہمت و حوصلہ اور بلند نظری سے محروم ہو گئے ہیں اس لئے اس موقع پر اگر ان کے سامنے عیسائیت کے محاسن و فضائل اور ان کے اپنے مذہب و تاریخ کے معائب بیان کئے گئے تو بہت ممکن ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کو خیرباد کہہ کر مسیحیت اختیار کر لیں اور انگریزوں کو ہندوستان پر اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع مل جائے، مشہور و معروف پادری فنڈر کی سرگرمیاں اس جماعت میں بہت نمایاں تھیں، مولانا فضل حق خیرآبادی جن کو فتویٰ جہاد ۱۸۵۷ء کے جرم میں عبور دریائے شور کی سزا دی گئی تھی، اپنے زمانہ اسارت کی تصنیف ثورۃ الہندیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"انھوں (انگریزوں) نے تمام باشندگان ہند کو کیا امیر کیا غریب، چھوٹے بڑے، مقیم و مسافر، شہری و دیہاتی سب سب کو نصرانی بنانے کی اسکیم بنائی، ان کا خیال تھا کہ ان کو نہ تو کوئی مددگار و معاون نصیب ہو سکے گا اور نہ انقیاد و اطاعت کے سوا سرتابی کی جرأت ہو سکے گی، انھوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیاد پر حکمرانوں سے باشندوں کا اختلاف تسلط و قبضہ کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوگا اور سلطنت میں انقلاب پیدا کر دے گا، اس لئے پوری جانفشانی اور تندہی کے ساتھ مذہب و ملت کے مٹانے کے لئے طرح طرح کے مکر و حیلہ سے کام لینا شروع کیا، انھوں نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور اپنی زبان و دین کی تلقین کے لئے شہر اور دیہات میں مدرسے قائم کئے پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔"[1]

سرسید مرحوم جیسا شخص جس نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں انگریزوں کی حمایت و اعانت میں بیش از بیش حصہ لے کر انگریزوں سے اپنی وفاداری کو غیر مشکوک بنا لیا تھا وہ بھی اس ہنگامہ کے اسباب میں ایک بڑا سبب ان کی پادریوں کی علانیہ اور خفیہ ریشہ دوانیوں کو قرار دیتا ہے، چنانچہ سرسید مرحوم اسباب بغاوت ہند میں لکھتے ہیں کہ :-

"سب کو یقین تھا کہ گورنمنٹ علانیہ مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کرے گی، البتہ خفیہ تدبیریں کر کے جس طرح عربی

---

[1] الثورۃ الہندیہ ص ۳۵۶ و ۳۵۷ مطبوعہ مدینہ پریس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور سنسکرت کو فنا کر دیا ہے اسی طرح ملک کو مفلس اور جاہل بنا کر اور اپنے مذہب کی کتابیں اور وعظ و تبلیغ کے ذریعہ نوکریوں کا لالچ دے کر لوگوں کو بے دین کر دے گی۔

۱۸۳۷ء کی قحط سالی میں جو یتیم لڑکے عیسائی بنائے گئے وہ شمالی مغربی اضلاع میں گورنمنٹ کے طرز عمل کے لئے ایک نمونہ گنے جاتے تھے کہ ہندوستان کو اس طرح سے مفلس و محتاج کر کے اپنے مذہب میں لے آئیں گے، جیسے جیسے گورنمنٹ کی فتوحات زیادہ ہوتی تھیں ہندوستانیوں کو رنج ہوتا تھا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ جب کسی دشمن اور ہمسایہ حاکم کے مقابلہ اور فساد کا اندیشہ نہ ہوگا تو ہمارے مذہب اور رسم و رواج میں کھلے بندوں مداخلت کی جائے گی، سب جانتے تھے کہ گورنمنٹ نے پادریوں کو مقرر کیا ہے، ان کو تنخواہ دی جاتی ہے، تقسیم کتب اور دیگر اخراجات کے لئے بڑی بڑی رقمیں دی جاتی ہیں، حکام شہر اور افسران فوج ماتحتوں سے مذہبی گفتگو کرتے اور اپنی کوٹھیوں پر بلوا کر پادریوں کا مذہبی وعظ سنواتے تھے، غرضیکہ اس بات نے یہاں تک ترقی کی تھی کہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ گورنمنٹ کی عملداری میں ہمارا یا ہماری اولاد کا مذہب قایم رہے گا، ہر ایک مذہب کی کتابیں بطور سوال وجواب مفت تقسیم کی جاتی تھیں جن میں دوسرے مذاہب پر اعتراضات اور رکیک حملے ہوتے تھے، پادری غیر مذاہب کے مجامع میں جا کر وعظ کہتے تھے اور کوئی شخص حکام کے ڈر سے کچھ کہہ نہ سکتا تھا، بسا اوقات چپراسیوں کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے، بہت سے مشنری اسکول قائم کئے گئے ان میں مذہبی تعلیم شروع کی گئی، بڑے بڑے حکام ان اسکولوں میں جاتے اور دوسروں کو ان میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے، امتحان مذہبی کتابوں میں لیا جاتا، مذہبی سوالات کے جوابات اگر عیسائی مذہب کے مطابق دئے جاتے تو نو عمر بچوں کو انعامات ملتے لوگ مجبوراً اپنے بچوں کو ان اسکولوں میں داخل کراتے کیونکہ ان کی حد سے زیادہ مفلسی اور محتاجی نے اولاد کی تعلیم کے لئے ان اسکولوں کے علاوہ اور کوئی ذریعہ باقی نہ رکھا تھا، جس کے بعد وہ بسا اوقات کی شکل نکال سکتے،

دیہاتی مکاتب نے یہ یقین اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا تھا کہ ان کا مقصد صرف عیسائی بنانا ہے، انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر کو کالا پادری کہتے تھے، یہ لوگ افسران بالا کو خوش کرنے کے لئے زبردستی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچوں کو ان مکاتب میں داخل کراتے دراں حالیکہ بچوں کے ماں باپ کو یقین ہوتا تھا کہ یہ عیسائی بنائے جانے کا جال ہے، انھی کالے پادریوں کے سرٹیفکٹ پر ملازمت مل سکتی تھی،

۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے کلکتہ سے عموماً لوگوں کے پاس اور سرکاری ملازمین کے پاس خصوصاً خطوط بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان میں عملداری ایک ہوگئی، اس لیئے آپ کو بھی صرف ایک مذہب عیسائی میں داخل ہوجانا چاہیئے۔

ان خطوط کے آنے سے سب پر دہشت طاری ہوگئی، خوف کے مارے آنکھوں میں اندھیرا آگیا، سب کو یقین ہوگیا کہ ہندوستانی جس چیز کے منتظر تھے آخر وہ آہی گئی، اب سارے سرکاری ملازمین کو عیسائی بننا پڑے گا، سرکاری ملازم شرم کی وجہ سے ان خطوط کو چھپاتے پھرتے تھے کیونکہ ان کے دوست واحباب ان کو طعن دیتے تھے، اور یقین کرتے کہ سرکاری ملازموں کو ایک دن کرسٹان بننا پڑے گا۔[۱]

لارڈ میکالے نے جو ۱۸۳۵ء کی تعلیمی کمیٹی کے صدر تھے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کے آئندہ تعلیمی نظام کی نسبت لکھا تھا کہ:-

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان مترجم کا کام دے سکے، اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو خون اور رنگ کے لعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو"[۲]

غرض کہ ایک طرف تو پادریوں کی تبلیغی سرگرمیاں جاری تھیں مشن اسکول کھولے جارہے تھے جن میں حصول تعلیم کے لئے سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں، کمپنی کے حکام پشت پناہ تھے اور ہر قسم کی امداد و اعانت بہم پہنچاتے تھے، سب سے بڑھ کر یہ کہ ملازمتوں کا لالچ تھا ——— دوسری طرف کمپنی کی اسکیم یہ تھی کہ ہندوستان کے بسنے والوں بالخصوص مسلمانوں کو جاہل اور مفلس بنا کر (جس کے لئے طرح طرح کے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کئے جاتے تھے) اور ملازمتوں کے حصول کی ترغیب

---

[۱] ملخصاً رسالہ اسباب بغاوت ہند مصنفہ سرسید احمد خاں [۲] تاریخ تعلیم از میجر باسو ص ۱۰۵ بحوالہ روشن مستقبل طبع چہارم ص ۱۳۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلا کر مشن اسکولوں میں تعلیم پانے پر مجبور کر دیا جائے جو اس وقت عیسائیت کی تبلیغ کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھے جاتے تھے، اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کے علوم اور ان کا مذہبی شغف تھا، اس کے لئے ۱۸۳۵ء کا تعلیمی نظام مرتب کیا گیا جس کی روح لارڈ میکالے کے نزدیک یہ تھی کہ "ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو رنگ اور نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو مگر فکر اور عمل کے اعتبار سے عیسائیت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہو"

انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب کا یہ دوسرا حربہ کوئی شبہ نہیں کہ پہلے حربہ سے کہیں زیادہ کامیاب رہا، ظاہر ہے کہ کمپنی کی یہ اسکیم اور اس کا یہ تعلیمی نظام مسلمانوں کی مذہبی زندگی قومی روایات اور علوم و فنون کے لئے سخت تباہ کن اور مہلک ترین حربہ تھا، جس کو قبول کرنے کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ ہو سکتے تھے، اور ابھی تک وہ اپنی مذہبی زندگی اور قومی شعور کو برقرار رکھنے کا کوئی حل سوچ نہ سکے تھے کہ اسی دوران میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ پیش آگیا جس کی بے پناہ تباہ کاریوں اور ہولناکیوں نے دلوں کو ہیبت زدہ، دماغوں کو ماؤف اور روحوں کو نیم مردہ کر دیا، پوری قوم پر جمود، بے حسی اور مایوسی کی گھٹائیں چھا گئیں، حاکمانہ عظمت و اقتدار اور دولت و شوکت کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور ان کی جگہ باقی السیئات نے قوم پر قبضہ جما لیا تھا، مسلمان ذرائع معاش سے یکسر محروم کر دیئے گئے تھے، عادات قبیحہ روز بروز ان میں جڑ پکڑ رہی تھیں اور قوم کی قوم تباہی کے غار میں گرتی چلی جا رہی تھی، تعلیم سے بے رغبتی اور مذہب سے بے گانگی میں روز افزوں اضافہ تھا اپنی قوت و حیثیت کا احساس فنا ہوتا جا رہا تھا ادھر پادریوں کی تبلیغی سرگرمیوں نے حالات کو اور زیادہ تشویشناک بنا دیا تھا اور وہ زمانہ بہت قریب تھا کہ علماء کی وہ نسل جو سابقہ درس گاہوں کی تعلیم یافتہ تھی رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی،

یہ حالات تھے جن میں ہمارے مفکرین اور ارباب علم و فضل کو یہ محسوس کرنا پڑا کہ سیاسی زوال و انحطاط اور حکومت سے محرومی کے ساتھ مستقبل میں مسلمانوں کا علم و مذہب اور قومی زندگی سخت خطرے میں ہے، وہ تاریخ کے اس فیصلہ سے باخبر تھے کہ جب کسی قوم نے کسی ملک کو فتح کیا اور اس ملک کے باشندوں پر سیاسی غلبہ اور تسلط پایا ہے تو فاتح قوم کے اثرات و خصائص مفتوح قوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے جسموں تک محدود نہیں رہتے بلکہ مفتوح قوم کے دل و دماغ اور علم و فکر بھی مسخر ہو جاتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مفتوح قوم اپنے ملی شعائر، قومی خصائص اور فکر و عمل کو نہ صرف یہ کہ خیرباد کہہ دیتی ہے بلکہ "الناس علی دین ملوکہم" کے اصول اور مدت تک جذب و کشش کا مسلسل عمل جاری رہنے کے باعث وہ آخرکار اپنی روایاتِ قدیم اور فکر و عمل سے نفرت کرنے لگتی ہے اور اس کے لئے صرف فاتح قوم کی نقالی اور کورانہ تقلید و اتباع ہی سرمایۂ افتخار رہ جاتا ہے!

اس امر کے سدباب کے لئے اس وقت تعلیم کے سوا کوئی اور ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی جس کے ذریعہ سے مسلمان اپنے مذہبی شعائر اور قومی زندگی کا تحفظ کر سکتے اور مغلوب و محکوم ہونے کے باوجود بحیثیت مسلمان زندہ رہ سکتے، جہاں تک نفسِ تعلیم کے مسئلہ کا تعلق ہے اس میں تمام ارباب فکر متفق تھے لیکن طریقِ تعلیم میں اختلاف تھا، علمائے کرام کی رائے تھی کہ مسلمانوں کو صرف اسلامی علوم و فنون کی تعلیم دی جائے جس کے ذریعہ وہ آئندہ اپنے قومی شعور کو برقرار رکھ سکیں ——

اس کے برخلاف دوسرے طبقہ کے نزدیک حکومت متسلطہ کی زبان اور علوم و فنون کا پڑھنا ضروری تھا تاکہ اس کے ذریعہ سے ملک میں منصب اور عہدے حاصل کئے جا سکیں[1]۔ یہ رائے حکومت کی مقرر کردہ پالیسی سے قریب تھی۔ دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ کامیاب ہوئے اسلامی فنون کے لئے قدیم مدارس کی نشأۃ ثانیہ کو ضروری سمجھا گیا اور اس مقصد کے لئے مدارس عربیہ قایم کئے گئے اور ملکی عہدوں اور منصبوں کے حصول کے لئے اسکول اور کالجوں کا رخ اختیار کیا گیا۔

---

[1] اس سے قبل تک ہندوستان میں جو تعلیمی نظام رائج تھا اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ بڑے سے بڑے ملکی اور فوجی منصب کے لئے طلبا کو تیار کرتا تھا، حتیٰ کہ ان ہی مدارس کے تعلیم یافتہ طلباء وزارت اور حکمرانی کے فرائض تک نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ انجام دیتے تھے اور وہی شخص جو علوم دینیہ پر دست رس رکھتا تھا بڑے سے بڑے ملکی اور انتظامی منصب کے لئے اسی کی ضرورت پیش آتی تھی!

جدید نظام تعلیم کے جاری ہونے سے مسلمانوں کے تعلیمی نظام میں "قدیم" و "جدید" کے نام سے دو علمی طبقے پیدا ہو گئے، جس سے علم اور فکر و نظر کی سابقہ وحدت ختم ہو گئی، اور قدیم طرز پر تعلیم پانے والے مملکتی انتظام و مسائل اور عام ملکی عہدوں اور منصبوں سے محروم ہو گئے، اب تمام منصب اور عہدے اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والوں کے لئے مخصوص ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے قدیم و جدید اور دینی و دنیوی علوم کی یہ تفریق، مضر ثابت ہوئی یا مفید؟ آج اس فیصلہ کے لئے ایک پوری صدی کے [illegible]

© rasailojaraid.com